تحریک پاکستان میں علماء کا کردار

(14اگست کے حوالے سے ایک اہم فکرانگیز تحریر)

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ہندوستان میں تحریک آزادی کی ابتداء سے لے کر قیام پاکستان تک علماء حق نے جو کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے تاریکیوں میں ہمیشہ روشنی کا مینارہ ثابت ہوگا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کبھی ملت و مذہب پر کوئی نازک وقت آیا تو یہی حاملین قرآن وسنت وارثان انبیاء ایسے سینہ سپر ہوکر میدان میں اترے کہ انہوں نے تاریخ کے دھاروں کے رخ موڑ دیئے اور اپنی حق گوئی و بیباکی، جاں بازی وجاں نثاری سے تاریخ کا وہ باب رقم کر گئے جو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوا۔ علماء حق کی اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تحریک پاکستان میں علماء نے جو کردار ادا کیا اسے وجودِ پاکستان میں ایک اساسی حیثیت حاصل ہے۔

کسے معلوم نہیں کہ جب انقلابات زمانہ نے انگریز کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا تو اس کی یہ شدید خواہش تھی کہ اقتدار کی باگ ڈور اپنے پسندیدہ افراد کے سپرد کر جائے، اسی وجہ سے اس نے کانگریس کی نمائندگی کو تسلیم کیا اور ہندوستان کو اس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت یہ علماء حق ہی تھے جنہوں نے انگریز اور ہندو کے اس خطرناک ارادے کو بھانپتے ہوئے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے زعماء کے شانہ بشانہ ملک کے طول وعرض کے دورے کیے، مسلمانوں کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست کی ضرورت وفوائد سے آگاہ کیا۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں جن علماء حق نے خصوصی طور پر کلیدی کردار ادا کیا ان میں حضرت تھانوی قدس سرہ، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسرت موہانی، مولانا اظہر علی سلہٹی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا خیر محمد، پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب گولڑہ شریف اور علماء تونسہ رحمہم اللہ اجمعین ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ اس میں

بھی بالخصوص دارالعلوم دیوبند کے اکابر واصاغر نے مسلم لیگ کی حمایت کرکے تحریک پاکستان کو زبردست تقویت بخشی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے کانگریس کے خلاف مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کی علی الاعلان حمایت کی اور کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کے لئے زیادہ مفید قرار دیا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پاکستان کی نہ صرف پرزور حمایت کی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قائداعظم کے بعد تصور پاکستان کے خاکہ میں رنگ بھرنے کا سب سے موثر عمل حضرت علامہ عثمانی ہی کا تھا تو بے جانہ ہوگا۔ آپ نے قرارداد پاکستان کے حق میں بیان جاری فرمائے، جمعیت علمائے اسلام کی بنیاد رکھی، مضامین لکھے، پرزور تقاریر کیں۔ پیرانہ سالی میں ہمت کو جواں کرکے قائداعظم کا پوراپورا ساتھ دیا، یہاں تک کہ ہندوستان کی فضائیں پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔ صوبہ سرحد اور سلہٹ (مشرقی پاکستان) کے ریفرنڈم میں اگر حضرت عثمانی شب وروز طوفانی دورے نہ کرتے تو آج یہ علاقے ہندوستان ہی کے پاس ہوتے۔ اس بات کا اعتراف خود بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو بھی تھا۔ پاکستان کی جنگ جیتنے کے بعد جب حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ تعالیٰ مبارک باد کے لئے قائداعظم کی کوٹھی پر پہنچے تو قائداعظم نے سروقد کھڑے ہوکر ان علماء کا خیر مقدم کیا اور اپنے برابر کرسیوں پر بٹھایا۔ علامہ عثمانی نے جب حصول پاکستان کی مبارکباد پیش فرمائی تو قائداعظم نے یہ تاریخی فقرہ ارشاد فرمایا: ”مولانا یہ مبارک باد آپ کو ہے کہ آپ کی ہی کوششوں سے یہ کامیابی ہوئی۔“

اسی اعتراف حقیقت کے طور پر جب ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء بمطابق ۲۷/ رمضان ۱۳۶۶ھ بروز جمعہ المبارک پاکستان کا جشن منایا جانے لگا تو بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل نے علماء ربانی کی تاریخی خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو بخشا۔ کراچی میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے تلاوت قرآن مجید اور مختصر تقریر کے بعد اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا پرچم آزاد فضاؤں میں لہرا کر دنیا کی اس سب سے بڑی اسلامی مملکت کو اسلامی مملکت کی برادری میں شامل کرنے کی رسم کا افتتاح کیا۔ پاکستانی فوجوں نے پرچم پاکستان کو پہلی سلامی دی اور سب نے مل کر یہ ترانہ گایا:

اونچا رہے گا نشاں ہمارا پاکستان ہمارا پاکستان ہمارا

۱۹۴۵ء میں جب پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن قریب تھے تو ارباب مسلم لیگ نے یہ محسوس کیا کہ جب تک ہر محاذ پر علمائے کرام ہمارے شانہ بشانہ کام نہیں کریں گے الیکشن جیتنا ناممکن ہے۔ ارباب لیگ کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ملک کے مقتدر علمائے کرام شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا راغب احسن، مولانا اظہر علی، مولانا ابوالبرکات اور مولانا غلام رشید رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں جمع ہوکر ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد

کی اور جمعیت علمائے اسلام کا سنگ بنیاد رکھا جس کے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور نائب صدر مولانا ظفر عثمانیؒ منتخب ہوئے۔ اس علماء کانفرنس نے متفقہ طور پر مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور ایک قرارداد کے ذریعے مسلمانوں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندے کے سوا کسی دوسری جماعت کے نمائندے کو ووٹ نہ دیئے جائیں۔ قیام پاکستان کا فیصلہ بڑی حد تک انہی انتخابات کے نتائج پر موقوف تھا۔

اسی سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے مذہبی اور علمی حیثیت سے مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت، کانگریس سے اختلافات اور متحدہ قومیت کے خلاف دوقومی نظریہ پر قرآن وحدیث اور فقہی دلائل کی روشنی میں بہت سے فتاویٰ اور رسائل لکھ کر شائع کیے، جن میں کانگریس اور مسلم لیگ افادات اشرفیہ اور مسائل سیاسیہ بہت ہی مفید ثابت ہوئے۔ ان فتاویٰ کی تصدیق وتائید علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا قاری محمد طیب اور مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر علماء دیوبند نے کی۔ نیز یہی علمائے کرام جن کا ذاتی مذاق ابتداء ہی سے یکسوئی کے ساتھ تعلیم وتصنیف کے ذریعے ملت ومذہب کی خدمت کرنا تھا بوقت ضرورت ملک کے طول وعرض میں مسلم لیگ کی امداد اور پاکستان کی حمایت کرنے کے لئے پھیل گئے۔ کیونکہ یہ الیکشن ایک ایسے مقصد کے لئے لڑا جا رہا تھا جس پر ہندوستان میں دین اسلام کی بقاء کا دارومدار تھا۔

علماء حق کے ان فتاویٰ اور علمی جدوجہد کا عوام وخواص پر بہت اثر ہوا اور مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئی، جس کے نتیجے میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرلیا گیا اور پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے الیکشن میں مسلم لیگ نے توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی جس کا اعتراف قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں مرحوم نے بھی بارہا کیا۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں پاکستانی لیڈروں کا مطالبہ یہ تھا کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے انہیں پاکستان بنایا جائے اور ایسے صوبے پانچ تھے: سرحد، سندھ، پنجاب، بنگال اور آسام۔

صوبہ سرحد میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن بدقسمتی سے وہاں کانگریس کی وزارت تھی۔ کانگریس نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کرایا جائے اور وہاں کے رہنے والوں کی رائے معلوم کی جائے۔ یہ معاملہ تمام مسلمانوں کے لئے بالخصوص ارباب مسلم لیگ کے لئے انتہائی نازک معاملہ تھا۔ بالفرض اگر صوبہ سرحد ہندوستان کے حق میں رائے دے دیتا تو پاکستان کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ بالکل یہی صورت حال مشرقی پاکستان میں سلہٹ کی تھی۔ قائداعظم عجیب ابتلاء میں مبتلا تھے۔ سرحد کے پٹھانوں کو اسلام کے نام کے علاوہ کسی اور بنیاد پر ہمنوا بنانا محالات میں سے تھا تو قائداعظم مذہبی شخصیات کو ہمنوا بنانے کے لئے دہلی سے سیدھے مانکی شریف پہنچے اور پیر آف مانکی شریف سے امداد کی اپیل کی۔ پیر صاحب نے تمام ذاتی منفعتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اس شرط پر

تعاون کے لئے آمادگی ظاہر کی کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ پیر صاحب نے علاقہ کے تمام علمائے کرام، مذہبی رہنما اور پیران عظام کو مانکی شریف جمع کیا اور انہیں یقین دلایا کہ پاکستان میں ایک اسلامی سلطنت ہوگی، وہاں قرآن وسنت کا قانون جاری ہوگا، لا الہ الا اللہ کی حکمرانی ہوگی، تمام علماء و پیران عظام نے پیر صاحب مانکی شریف کی دعوت پر لبیک کہا اور حمایت پاکستان کے لئے آمادہ ہوگئے۔ پیر صاحب مانکی شریف نے عملی جدوجہد کے دوران محسوس کیا کہ سرحد کے عام وخاص مسلمان علماء دیوبند کے اخلاص و نیک نیتی کے بہت عقیدت مند ہیں اور مذہبی حیثیت سے وہ علماء دیوبند ہی کی بات کو صحیح سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے قائداعظم کو لکھا کہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں رائے عامہ کے حصول کے لئے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا دورہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ ان حالات کے تحت قائداعظم نے علامہ عثمانی سے درخواست کی وہ اس مہم کو سر کریں۔ علامہ عثمانی باوجود پیرانہ سالی اور ضعف وامراض کے صوبہ سرحد کے دورے کے لئے کمربستہ ہوگئے لیکن انہوں نے قائداعظم سے فرمایا: ''ہم لوگوں کی تمام جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ آپ کے وعدہ کے مطابق پاکستان کا نظام و قانون اسلام ہوگا۔ میں اس مرحلہ پر پھر اس وعدے کی تجدید چاہتا ہوں۔''

اس پر قائداعظم نے واضح الفاظ میں کہا: ''مولانا! یقیناً پاکستان میں اسلامی قانون رائج ہوگا اور آپ صاحبان ہی اس مسئلے کو طے کریں گے۔'' اس یقین دہانی کے بعد سخت گرمی کے موسم میں آپ صوبہ سرحد کے دورے پر روانہ ہوئے۔ پورے سرحد کے طول وعرض کا دورہ کیا اور مسلمانان سرحد کو بتلایا کہ اگر صوبہ سرحد پاکستان میں شامل نہ ہوا تو مسلمان قوم کی تباہی آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے۔ پاکستان میں اسلامی قانون ہوگا اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں اپنی مرضی کا قانون جاری کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس کے برعکس ہندوستان میں شمولیت کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ ہندو کی غلامی کا جواء ہمیشہ کے لئے اپنی گردن پر رکھ چکے ہیں۔ علامہ مرحوم کی پر از صداقت اور ولولہ انگیز تقاریر کا یہ اثر ہوا کہ سرحد کی فضا پاکستان کے حق میں سازگار ہوگئی اور ۸ جون ۱۹۴۷ء سے صوبہ سرحد میں ریفرنڈم شروع ہوا اور ۱۸ جولائی کو ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے نظریہ پاکستان کو بے مثال کامیابی عطا فرمائی اور مسلم لیگ جیت گئی۔ ریفرنڈم کے بعد جب علامہ عثمانی دہلی میں قائداعظم سے ملے تو انہوں نے فرمایا: ''اس مبارک باد کے آپ مستحق ہیں خواہ میں سیاستدان سہی لیکن آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی روح لوگوں میں پھونک دی ہے۔''

قیام پاکستان کی طرح استحکام پاکستان میں بھی علمائے کرام نے ہمیشہ مثالی کردار ادا کیا ہے۔ آج ایک بار پھر ملک جن نازک حالات سے گزر رہا ہے، علمائے کرام پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح آگے بڑھیں اور ملک وملت کی قیادت کریں۔ قیام پاکستان کی طرح اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کریں اور ملک کے استحکام اور بقاء کے لئے اپنا فرض ادا کریں۔ مجھے امید ہے کہ علمائے کرام جو ہمارے وطن عزیز کے

''نظریہ'' کے محافظ ہیں وہ اس کی سرحدوں کے تحفظ میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے۔

پاکستانیوں کی ذمہ داریاں: یہ بات کسی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ قیام پاکستان کی بنیاد ایک ایسی مملکت کا قیام تھا جس میں مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے اور روایات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ قائداعظم نے قیام پاکستان کے بعد دوٹوک الفاظ میں یہ کہہ دیا تھا کہ ''پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ ہے، ہم اس دور میں اسلام کے ابدی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بنائیں گے''۔ اگر قدرت قائداعظم کو مہلت دیتی تو وہ اپنے وعدے کے مطابق یقیناً پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بناتے۔

ایک اسلامی، فلاحی اور ترقی پسند ریاست کا مطلب تھیوکریسی یا کسی مخصوص مذہبی طبقے کی حکومت نہیں ہے بلکہ عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھنے والے ایسے اہل علم کی حکومت ہے جو قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں جدید مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اسلامی وفلاحی مملکت صرف مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ نہیں کرتی بلکہ اقلیتوں اور غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت بھی اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر اسلامی ریاست میں کوئی مسلمان کسی ذمی کافر کو ناحق قتل کردے تو اس مسلمان سے قصاص لیا جائے گا اور وہ اس ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ یہ احترام انسانیت ہے جس کا شریعت نے حکم دیا۔

ترقی پسند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جمود اور فکر ونظر پر قدغن کا قائل نہیں۔ خوب سے خوب تر کی تلاش پر کوئی پابندی نہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام مادر پدر آزاد اور بے راہ روی کی زندگی کی اجازت نہیں دیتا۔ مغرب کی وہ ایجادات اور معاشرت کی خوبیاں جو احکام اسلام سے متصادم نہیں ہمیں اختیار کرنی چاہئیں لیکن عریانی و فحاشی اور بے حیائی کو اختیار کرنا ترقی پسند نہیں۔ بدقسمتی سے آج اس شخص کو ترقی پسند سمجھا جاتا ہے جو فحاشی اور بے حیائی کے مظاہر کو درست قرار دیتا ہے۔

تمام پاکستانیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قیام پاکستان کے تقاضوں کے مطابق اس مملکت کو ایک فعال اسلامی، فلاحی اور ترقی پسند ریاست بنانے کے لئے اپنے عمل اور کردار میں تبدیلی لائیں۔ اصلاح معاشرہ کا آغاز فرد کی اصلاح سے کریں۔ خود کو ایک سچے مسلمان کے طور پر پیش کریں تاکہ دنیا ہمارے کردار اور عمل کو دیکھ کر اسلام کے قریب آئے اور اسلام کا مطالعہ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کردے۔

معاشرے سے ظلم وستم اور استحصال کا خاتمہ رشوت، بدعنوانی اور ہوس زر کا قلع قمع معاشی برائیوں اور بے حیائی وعریانی کی بیخ کنی ہر پاکستانی کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی ذمہ داری کو ادا کرے تو پاکستان صحیح معنوں میں ایک فعال اسلامی، فلاحی اور ترقی پسند ملک بن سکتا ہے۔

☆......☆......☆